بچوں کے اردو رسائل و جرائد میں تصویری خاکے

محمد طارق خان*

ڈیوڈ ہاکنی (David Hockney) اور مارٹن گیفورڈ (Martin Gayford) نے اپنی کتاب A History of Pictures میں ۳۰۰۰۰ ہزار سال پرانی تصویروں کی تاریخ پر نہایت مبسوط مطالعہ کیا ہے۔ جس میں ان کا کہنا ہے کہ تصویر وہ واحد شئے ہے جس میں ہم نہایت آسانی سے وہ تمام چیزیں دیکھ سکتے ہیں جسے ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ تصویر خواہ غاروں کی دیواروں پر بنی ہو یا عہد حاضر میں کمپیوٹر کی اسکرین پر، اس میں سب سے اہم یہ ہے کہ وہ تصویر ہے اور ہمارے لیے اس کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ ہم اس کے ذریعے دنیا کو دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں[1]۔

تصاویر دراصل زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاس ہیں۔ اس میں ہم کئی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً پاکیزگی، شرم و حیا، عیاری و مکاری، خیر و شر۔ یہ ساری چیزیں انسانی نفسیات پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس کے ذریعے ہمیں کوتاہیوں اور خرابیوں کو جانچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ بعض اوقات ہم ان تصاویر میں ضم ہو جاتے ہیں۔ انھیں اپنا رفیق کار سمجھتے ہیں۔ ان سے اپنی زندگی کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

ایک اچھی تصویر جہاں جمالیات اور انسانی نفسیات کے لطیف حسوں کو خوش گوار کیفیات بہم پہنچاتی ہے وہیں ایک بری تصویر ڈر اور خوف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی لیے زبان کے مقابلے میں تصویری زبان کئی مواقع پر زیادہ بامعنی ثابت ہوئی ہیں۔ ان کے ذریعے ہم مختلف تہذیب و ثقافت کی علمی و ادبی تاریخ کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ ان میں کسی دوسری تہذیب سے ہم آہنگی تلاش کر سکتے ہیں۔ مختلف زبانوں میں لکھی گئی کہانیوں کی اگر تصاویر موجود ہوں تو اسے کسی بھی زبان کا جاننے والا باآسانی سمجھ سکتا ہے[2]۔

تصاویر دراصل کہانیاں ہوتی ہیں جن میں اداسی، خوشی، امید، فطرت غرض یہ کہ زندگی کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے۔ زندگی میں پھوٹنے والے خیالات کو ہم ان تصاویر کے ذریعے باآسانی پیش کر سکتے ہیں۔ تصویر سے یہ مانوسیت

*ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو جامعہ کراچی۔ قلمی نام: اعظم طارق کوہستانی

بڑوں سے زیادہ بچوں میں پائی جاتی ہے۔ بچے بڑوں کے مقابلے میں زیادہ توجہ اور انہاک کے ساتھ تصاویر کا جائزہ لیتے ہیں، اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور اگر تصویر کے ساتھ کوئی وضاحتی جملے نہ ہوں تو وہ ایک کہانی ان تصاویر کے متعلق بنا لیتے ہیں۔

اسی لیے بچوں کی کتابوں اور رسائل و جرائد کو تصویروں سے مزین کیا جاتا ہے۔ ایک اچھی تصویر والی کتاب اس بارے میں نہیں ہونی چاہیے کہ متن کتنا طویل ہے اور تصاویر کتنی خوب صورت ہیں۔ میرے خیال میں اچھی باتصویر کتاب وہ ہوتی ہے جس میں تصویر اور متن کے مابین ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ الفاظ اور تصاویر ایک دوسرے کی تکمیل کا سامان فراہم کر رہے ہوں۔ الفاظ کی سرگزشت کو اگر تصویروں کا پیرہن عطا کر دیا جائے تو ایک کہانی کی تکمیل کا یہ امتزاج جمالیات اور تخیل کے ہر پہلو پر پورا اترتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

تصویر کی اس افادیت کی وجہ سے بچوں کی تعلیم و تربیت میں تصاویر کا استعمال کیا جانے لگا۔ اس کا اہتمام اوّل اوّل ہمیں بچوں کے ابتدائی رسائل میں نظر آیا، پھر یہ سلسلہ کتابوں تک پھیل گیا۔ دھیرے دھیرے تصاویر کا استعمال بچوں کے ادب میں کچھ ایسا بڑھا کہ بغیر تصاویر کے بچوں کا ادب، بچوں کا نہیں کہلاتا۔

بچے عموماً تصویر والی کتاب خریدنا، تصویری کتب پڑھنا اور انھیں جمع کرنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں تصاویر سے آراستہ کتب و رسائل ہمیں زیادہ بہتر طریقے سے کسی بھی چیز کو سمجھا سکتی ہیں۔ تصویری کتابوں کو صرف تعلیم دینے کے لیے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ انھیں اُن کتابوں کا بھی حصہ بنانا چاہیے جو انسانی تخیل پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ کیوں کہ تصاویر جمالیاتی فنکشن پر غور کرنا سکھاتی ہیں اور شاید کسی کردار کو لفظوں سے زیادہ بہتر انداز میں واضح کر دیتی ہیں۔

اندرون ملک اور بیرون ملک نکلنے والے رسائل و جرائد نے ان اسکیچز کے ذریعے ایک بہت بڑے آرٹ کو تشکیل دیا ہے جس کا مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔ ان تصاویر کی علمی اور ادبی تاریخ آج تک مرتب نہیں ہوئی ہے اور جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کسی بھی قسم کا تحقیقی مواد بھی نہیں ملتا۔ آنکھوں میں کھب جانے والی یہ تصاویر دراصل دل میں جگہ بناتی ہیں اور موجودہ نسل اگلی نسل کو فنی کامیابیوں کے نمونے پیش کرتی ہے۔ بچوں کے لیے جو رسائل بغیر تصاویر کے شائع ہوں تو اُنھیں بچوں کا رسالہ ماننے میں تامل رہتا ہے۔

تصاویر کے بارے میں بچوں کی کہانیاں لکھنے والے مصنّفین میں کچھ کا یہ خیال ہے کہ جب ہم بچوں کو کوئی کہانی سناتے ہیں تو بچہ اس کے کرداروں کی تصاویر اپنے ذہن میں خود بنالیتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچوں کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے اور اس کا تخیل بلند پروازی کی جانب گامزن ہو جاتا ہے لیکن جب ہم ٹی وی پر یا کسی اور میڈیم میں اس کہانی کو منتقل

کرتے ہیں یا پھر خاکوں کی مدد سے کہانی کے کرداروں کی وضاحت کرتے ہیں تو بچے اپنے تخیل کو استعمال کیے بغیر مصور کے بنائے ہوئے خاکوں پر انحصار کر کے ان کرداروں کی تصاویر اپنے ذہن میں مرتب کر لیتے ہیں[۳]۔

اس خیال سے کُلّی انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن انسانی فطرت تصویروں اور تحریروں دونوں کو پسند کرتی ہے۔ یہی معاملہ بچوں کا بھی ہے۔ اگر وہ تحریر کی وجہ سے اپنے قوت متخیلہ کو بروئے کار نہیں لا پا رہے تو تصاویر کے ذریعے انھیں اس خیال تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ تصویر کا مشاہدہ کرنے کے بعد وہ اپنے دماغ میں کرداروں کو دوڑتے بھاگتے، باتیں کرتے ہوئے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے تخیل کی یہ کار فرمائی مزید نئی دنیاؤں کی دریافت میں معاون کا کردار ادا کرتا ہے۔

اُردو زبان و ادب میں بچوں کے رسائل و جرائد میں تصاویر کا استعمال کب سے شروع ہوا، کیسے شروع ہوا اور اب اس کی کیا صورت حال ہے، ذیل میں ہم اس کا جائزہ لیں گے۔

بچوں کا اخبار، بچوں کے صحافتی ادب کا نقشِ اوّل ہے۔ عموماً یہ خیال پایا جاتا ہے کہ نقشِ اوّل زیادہ اچھا اور منظم نہیں ہوتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ چیزیں بہتر ہوتی ہیں لیکن اُردو میں بچوں کے صحافتی ادب کا پہلا نقش ہی اتنا سلیقے اور خوب صورتی کے ساتھ رکھا گیا کہ بچوں کا اَدب سرو قد نظر آنے لگا۔ حتیٰ کہ آج بھی بچوں کے کئی رسائل اس پہلے نقش کی نقل نہیں کر سکتے ہیں۔

بچوں کا اخبار سے پہلے ہمیں بچوں کا کوئی ایسا ماہ نامہ نظر نہیں آتا جو بچوں کی تعلیم و تفریح کی غرض سے باقاعدہ شائع ہوتا رہا ہو۔ یہ ضرور تھا کہ اس سے قبل بچوں کے لیے مختلف درسی کتب اور ریڈریں تیار کی گئیں لیکن کوئی باقاعدہ رسالہ اس میدان میں موجود نہیں تھا۔

بچوں کا اخبار منشی محبوب عالم کی اختراع تھی اور اس میں اُنھوں نے نوآبادیاتی عہد سے درآمدہ اختراعات کو جگہ دی تھی۔ اس رسالے کو مئی ۱۹۰۲ء میں منشی محبوب عالم نے لاہور سے جاری کیا۔ منشی محبوب عالم پیسہ اخبار نکال کر جنوبی ایشیا میں اُردو اخبار کا ایک سنہری دور شروع کر چکے تھے[۴]۔

بچوں کے لیے نکالا جانے والا دل کش رسالہ جنوبی ایشیا میں ایک نئی جدت تھی۔ کہانیوں، مضامین کے انتخاب کے علاوہ عمدہ اور دلکش خاکوں کے حسین امتزاج نے اس کا معیار بڑھا دیا تھا۔ اس کے شمارے دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آج کل بچوں کے لیے نکالے جانے والے کئی رسالوں سے عمدہ اور بہتر رسالہ تھا[۵]۔ اتنا عمدہ رسالہ نکالنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منشی محبوب عالم ایک تجربہ کار شخص تھے۔ اُنھوں نے مئی ۱۹۰۰ء میں یورپ کا دورہ کیا۔ تقریباً ۵ ماہ کا

عرصہ گزار کر وہ ستمبر ۱۹۰۰ء میں واپس آئے۔ اس دوران جہاں اُنھوں نے مغرب کا مشاہدہ کیا وہیں اخبار کی صنعت کی ترقی سے بھی متاثر ہوئے[۶]۔

اس رسالے میں شامل خاکوں کا مقابلہ آج کل کے بچوں کے رسائل بھی شاید نہ کر سکیں۔

منشی محبوب عالم کے تجربات میں سے اس ایک اہم تجربے نے بچوں کی صحافت کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد آنے والے زیادہ تر رسالے بچوں کا اخبار کے طرز ہی پر نکلے۔ وہ یقیناً اس رسالے سے متاثر ہوئے اور لوگوں کو تحریک ملی کہ وہ بھی بچوں کے رسائل جاری کریں۔

ہم پہلے سطور میں بتا چکے ہیں کہ منشی محبوب عالم کے بچوں کا اخبار میں شائع ہونے والے خاکوں نے اس رسالے کی انفرادیت کو بڑھایا تھا۔ اس سے قبل بچوں کی کتابوں میں ہمیں اس قسم کے خاکے نظر نہیں آتے تھے۔ خاکوں کے ذریعے بچوں کے لیے دل چسپ کہانیاں، نظمیں اور مضامین پہلے پہل بچوں کا اخبار ہی نے پیش کیے۔ جیسا کہ منشی محبوب عالم پورا یورپ گھوم چکے تھے اور ان ملکوں میں بچوں کا ادب باتصویر پیش کیا جاتا تھا۔ جس کے اثرات پھر ہمیں بچوں کا اخبار میں بھی نظر آنے لگے[۷]۔ اُس وقت مغربی رسائل میں یہ نمایاں رسائل شامل تھے[۸]۔

۱۔ *The Boy's Own Paper and Boy's Own Annual* (۱۸۷۹–۱۹۶۷)

۲۔ *The Girl's Own Paper and Girl's Own Annual* (۱۸۸۰–۱۹۵۶)

۳۔ *Jabberwock: A Monthly Magazine for Boys and Girls* (۱۹۰۵–۱۹۰۷)

۴۔ *The Magnet* (۱۹۰۸–۱۹۴۰)

۵۔ *Little Folks* (۱۸۷۱–۱۹۳۲)

The Boy's Own Paper کی ۱۸ جنوری ۱۹۷۰ء کی پہلی اشاعت میں باتصویر کہانیاں ملتی ہیں[۹]

درج بالا تمام رسائل میں ہمیں خاکوں کے ساتھ تحریروں کی اشاعت نظر آتی ہے۔

کچھ ایسی ہی تصاویر کے ساتھ بچوں کا اخبار بھی سجایا جاتا تھا۔ یہ تصاویر مضمون یا کہانی کے حساب سے بنائی جاتی تھیں۔ ۱۹۰۲ء میں شائع ہونے والی یہ تصویریں کہانیاں بچوں کو نہ جانے کتنا محظوظ کرتی ہوں گی۔ ایسی دل کش تصاویر تو آج کل کے رسائل بھی نہیں بنا پاتے۔

بچوں کا اخبار میں شائع ہونے والے ان خاکوں کے مختلف نمونے دیکھیں جو برسوں تک بچوں کے رسائل کی راہ نمائی کرتے رہے کہ تصاویر کے ذریعے رسالے کو کیسے سجایا جاتا ہے۔

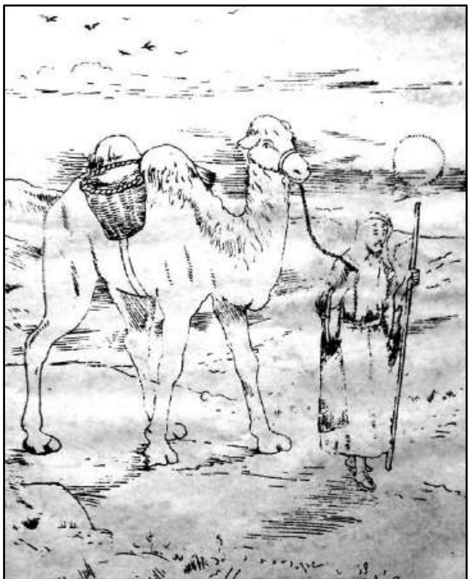

یہ بچوں کے صحافتی ادب کی وہ ابتدائی تصاویر ہیں جنھوں نے بچوں کی نفسیاتی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے زمانے کے لحاظ سے عمدہ ادب پیش کیا۔ ان خاکوں میں نفاست ہے اور کہیں کہیں اتنی عمدہ تصاویر بنائی گئی ہیں کہ وہ ہمیں اس وقت کے انگلستان کے رسائل میں شائع ہونے والی تصاویر سے مقابلہ کرتی نظر آتی ہیں[10]۔

اس دوران بچوں کے ایک اور رسالے نے اپنی اشاعت کا آغاز کیا۔ رسالہ پھول کا اجرا انار کلی ڈرامے کے تخلیق کار 'سید امتیاز علی تاج' کے والد محترم 'سید ممتاز علی' نے ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو کیا۔ اس کی پہلی مدیرہ بنت نذر الباقر تھیں[11]۔

پھول نے بھی اپنے شماروں میں باتصویر تحریریں شائع کرنا شروع کیں لیکن اس کی خاکوں کی تعداد بچوں کا اخبار سے کم ہی رہی۔ ۱۸ صفحات پر مشتمل اس ہفتہ وار رسالے میں ہمیں ایک یا دو خاکے ہر ہفتے ملتے ہیں۔ بابا بغدادی کے نام سے ایک صفحہ تصویر کے لیے مختص ہوتا تھا۔ جس میں تصویر کے ساتھ ایک سوالیہ جملہ قارئین کے لیے چھوڑا جاتا تھا[12]۔

پھول میں شائع ہونے والے خاکے دیکھیے[13]:

بچوں کا اخبار کو بند ہوئے ۳۰ برس گزر جانے کے بعد بھی ہمیں اس وقت کے نئے شائع ہونے والے رسائل میں موجود خاکوں میں بہت زیادہ بدلاؤ نظر نہیں آتا۔ پھول میں شائع ہونے والے خاکے اگرچہ تعداد کے لحاظ سے کم تھے لیکن ان کا معیار بہتر تھا۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں نئی دہلی سے شائع ہونے والے رسالے کھلونا نے بچوں کے اُردو اَدب میں گراں قدر خدمات سرانجام دی[۱۴]۔ کھلونا جیسے رسالے سے متاثر ہو کر ہی بالکل اسی طرز پر ۱۹۸۶ء میں پاکستان کے شہر کراچی سے آنکھ مچولی کا بھی اجرا کیا گیا تھا[۱۵]۔ کھلونا کی خاص بات اس میں لکھنے والے بڑے قلم کاروں کے علاوہ خاکوں کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ خاکوں سے سجا یہ رسالہ اپنے زمانے کا مقبول ترین رسالہ رہا ہے جس کی گونج پڑوسی ملک پاکستان میں بھی سنائی دے رہی تھی۔

کھلونا میں شائع ہونے والے خاکے ملاحظہ کیجیے[۱۶]:

ادارہ جنگ نے بچوں کے لیے جون ۱۹۵۱ء کو بھائی جان رسالے کا اجرا کیا۔ اس رسالے کے مدیران میر جمیل الرحمن اور شفیع عقیل تھے[۱۴]۔ بھائی جان میں تحریریں، نظمیں خاکوں سے مزین ہوتی تھیں۔ بھائی جان کی خصوصیت یہ رہی کہ اس رسالے نے منفرد موضوعات پر خاص شمارے شائع کیے۔ اس کے بعد دیگر رسائل نے بھی مختلف موضوعاتی خاص شمارے بھائی جان کے تتبع میں شائع کیے۔

بھائی جان رسالہ کھلونا رسالے کا ہم عصر رسالہ تھا لیکن خاکے اور طباعت کے لحاظ سے بھائی جان رسالہ کھلونا کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

بھائی جان پاکستان میں بچوں کے اَدب کے ابتدائی نقوش میں شامل ہے جس نے بچوں کے اَدب کو کئی جہتیں دیں اور اس کے سرخیل شفیع عقیل تھے۔

بھائی جان میں شائع ہونے والے خاکے ملاحظہ کیجیے[17]:

بھائی جان میں شائع شدہ خاکوں میں زیادہ تفصیلی پنسل آرٹ نہیں ملتا لیکن اس وقت کے لحاظ سے یہ تصاویر بھی بچوں کے لیے دل چسپی کا باعث رہی ہوں گی۔ دیگر رسائل کی طرح بھائی جان میں بھی خاکے بنانے والوں کے نام موجود نہیں ہوتے تھے۔

غنچہ، بجنور انڈیا سے شائع ہونے والا بچوں کا قدیم رسالہ ہے[18]۔ اس رسالے کے سرورق کئی عرصے تک ایک جیسے ہی رہتے تھے جب کہ رسالہ ہر ماہ شائع ہوتا تھا۔ یہ رسالہ بھی اُردو میں بچوں کے ادب کا نمایاں رسالہ ہے۔ اس رسالے میں بھی تصویروں کے ذریعے اسے دل چسپ بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

اس عرصے کے دوران شائع ہونے والی کتابوں کے اندر رسائل کے مقابلے میں خاکے خال خال نظر آتے ہیں۔ اظہار احمد تھانوی کا مُرتّبہ بچوں کے لیے اردو کا آسان قاعدہ میں ہمیں حروف کی پہچان کے ساتھ تصاویر کا استعمال نظر آتا ہے۔

مثلاً:

الف سے انجن،

ب سے بوتل،

پ سے پتنگ،

ت سے تالا،

میں ہمیں انجن، بوتل، پتنگ، تالے کی تصاویر نظر آتی ہیں[19]۔

۱۹۴۱ء کو ابو الاثر حفیظ جالندھری کی کتاب حفیظ کے گیت اور نظمیں شائع ہوئی۔ اس میں نظموں کا انتخاب شائع کیا گیا تھا لیکن اس کتاب میں صرف سرورق پر ہمیں تصویر ملتی ہے۔ جب کہ کتاب کے اندر تصاویر موجود نہیں ہیں[20]۔

کتاب کا سرورق دیکھیے:

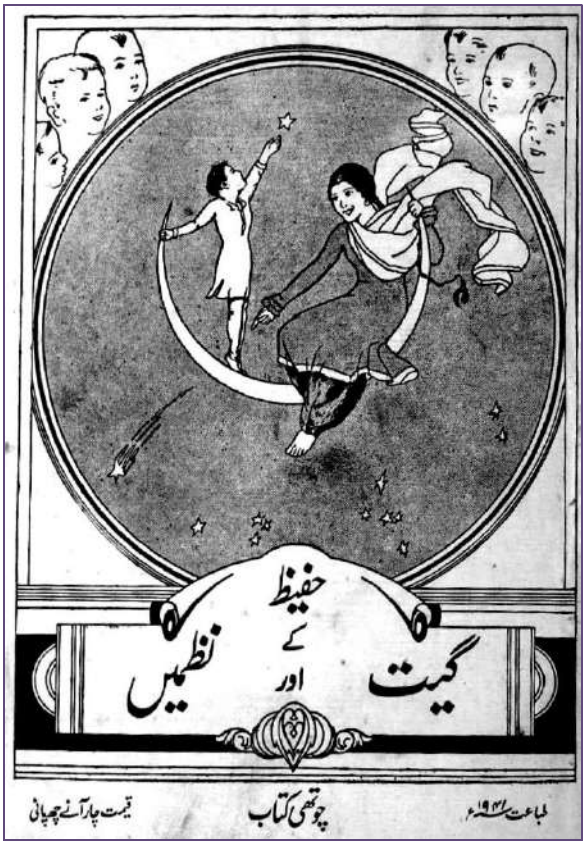

تقریباً ۱۹۸۰ء تک رسائل اسی طرز پر شائع ہوتے رہے اور کتابیں اسی طرح چھپتی رہیں۔ بچوں کے رسائل میں شائع ہونے والے خاکوں میں نمایاں تبدیلی رنگین طباعت کے بعد آیا۔ رنگین طباعت نے گویا قصوں اور کہانیوں میں جان ڈال دی اور بچوں کا میلان رسائل کی طرف بڑھنے لگا۔ اس عرصے میں متعدد رسائل کا اجرا ہوا اور وہ کچھ عرصے چلنے کے بعد بند بھی ہوتے رہے۔

بچوں کے تمام رسائل چوں کہ مختلف نجی اداروں کے تحت نکلتے رہے ہیں، اس لیے چھوٹے اداروں کو رسائل میں خاکوں کی اشاعت ایک مہنگا کام لگتا تھا اور ہے۔ جب کہ اس ضمن میں بڑے اداروں نے مصوروں سے بچوں کی کہانیوں اور نظموں کے لیے خوب صورت، دل کش اور عمدہ خاکے بنوائے۔

۱۹۷۰ء سے ۲۰۰۰ء تک بچوں کے رسائل میں شائع ہونے والے خاکوں کا مطالعہ:

اب ہم ۱۹۷۰ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک شائع ہونے والے چار منتخب رسائل، تعلیم و تربیت، نونہال، آنکھ مچولی اور ساتھی میں موجود خاکوں کا مطالعہ کریں گے۔ان رسائل میں تین رسائل تعلیم و تربیت، نونہال اور ساتھی آج بھی شائع ہو رہے ہیں، جب کہ آنکھ مچولی مارچ ۱۹۹۷ء میں بند کر دیا گیا تھا[۲۱]۔ان رسائل نے اپنی تحریروں کے ساتھ ساتھ اپنے خاکوں سے بھی کئی نسلوں کو محظوظ کیا اور بچوں کا اچھا ادب تخلیق کیا۔

ہمدرد نونہال میں شائع ہونے والے خاکے:

بچوں کے رسائل اگر بغیر تصویر کے ہوں تو شاید ایسے رسالوں کو بچوں کا رسالہ مانا ہی نہیں جائے گا۔اس لیے جب ہم بچوں کے ابتدائی رسالے بچوں کا اخبار کو دیکھتے ہیں جو ۱۹۰۲ء کو منشی محبوب عالم نے جاری کیا تو وہاں ہمیں پہلے شمارے کے ساتھ ہی خوب صورت اور دل کش تصاویر نظر آتی ہیں[۲۲]، چوں کہ اس وقت رنگین تصاویر کی اشاعت شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے پنسل اسکیچز سے کام لیا گیا تھا، یہ اسکیچز اعلیٰ معیار کے تھے اور اگر ان کا آج کے زمانے میں موجود پنسل اسکیچ سے موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے اسکیچز بنانے والے موجود نہیں ہیں اور اگر ہے بھی تو رسائل میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے یا پھر بہت کم ہے۔رسالے کے لیے اسکیچز بنانا اور بچوں کو مصوری کے اعلیٰ نمونوں سے متعارف کروانا کہیں اہم کام ہے[۲۳]۔

ہمدرد نونہال نے بھی اپنی ابتدا سے بچوں کے لیے تصاویر کا اہتمام کیا۔ہمدرد نونہال کے ابتدائی شماروں میں ہمیں تحریروں کے ساتھ تصاویر کا اہتمام نظر آتا ہے۔ہمدرد نونہال کی تاریخ اس حوالے سے چوں کہ طویل ہے اس لیے ہمیں یہاں مختلف اوقات میں مختلف مصوران نظر آتے ہیں۔

ہمدرد نونہال کے لیے تصاویر بنانے والوں میں مشیر صدیقی[۲۴]،ارق[۲۵]،ایاز[۲۶]، سمیع[۲۷]،اصغر علی[۲۸]، منصور[۲۹]، طاہر حسن[۳۰]، مسعود یحییٰ[۳۱]،فرقان وہاب[۳۲]اور غزالہ عزیز[۳۳]کا نام سامنے آتا ہے۔

ہمدرد نونہال میں تحریروں کے ساتھ تو باقاعدہ ہاتھ سے بنے ہوئے خاکے شامل کیے جاتے تھے جب کہ مضامین میں کمپیوٹر سے تصاویر تلاش کر کے اُنھیں مضمون کا حصہ بنایا جاتا تھا تاکہ مضمون کی اہمیت و افادیت بڑھائی جا سکے۔اسی طرح نونہال میں مزاحیہ لطیفوں پر خاکے بنا کر بھی بچوں کو محظوظ کیا جاتا رہا ہے۔

نونہال کے مختلف ادوار میں کیسے کیسے اسکیچز شامل رہے ہیں، اِن کے چند نمونے ملاحظہ کیجیے۔

’فریحہ ابتسام راؤ‘ کی کہانی صرف ایک قانون پر مصور ’منصور‘ کا خاکہ[۳۴]

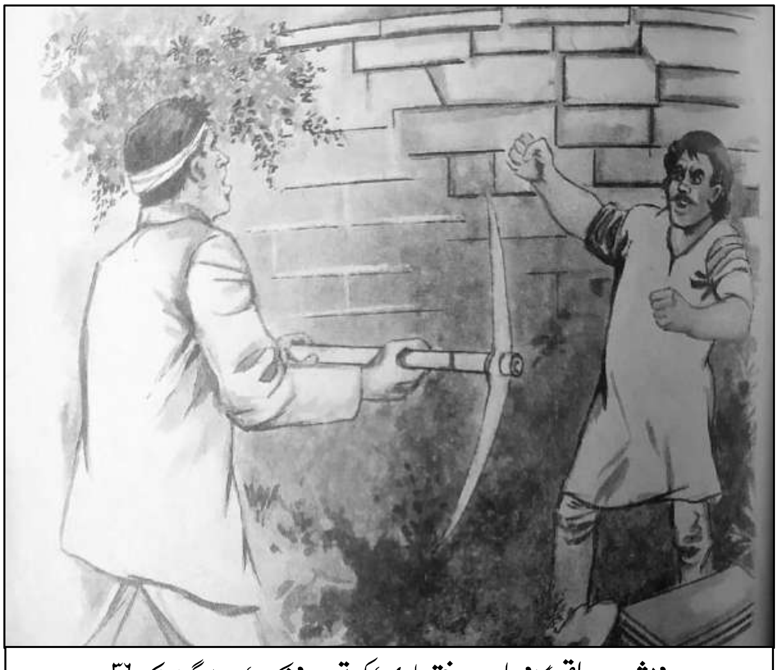

’مشیر صدیقی‘ کا ’سلیمان اختر علوی‘ کی تحریر ’شک‘ پر بنایا گیا خاکہ[۳۶]

’معراج‘ کی کہانی چچا نواب بنجارا پر ’فرقان وہاب‘ کی بنائی گئی تصویر[۳۷]

ہمدرد نونہال کے اندرونی صفحات میں جو تصاویر استعمال ہوتی تھیں، وہ پنسل اسکیچ کہلاتی ہیں، یہ تصویریں مختلف مصوروں نے بنائی ہیں۔ اسی طرح سرورق بھی مختلف مصوروں کے ہاتھوں بنے ہیں۔ ارق، مسرت، مسعود یحییٰ کے نام ہمیں مختلف سرورق پر لکھے نظر آتے ہیں۔ رسالے کے اندرونی صفحات پر کہیں مصوروں کا نام موجود نہیں ہے، اس لیے سرورق ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے۔ اسی طرح اندرونی اسکیچز بھی مختلف مصوروں نے بنائے ہیں جب کہ دیگر زبانوں کے تراجم میں ان تحریروں کے ساتھ موجود تصاویر کو بھی کٹ کر کے پیسٹ کیا گیا ہے۔

اگست ۱۹۶۴ء کے شمارے سے ہمدرد نونہال نے اپنے کچھ صفحات رنگین کیے[۳۵]، چار رنگوں اور دو رنگوں میں ہمیں تصاویر اور مواد نظر آنے لگا... یہ سلسلہ چلتا رہا اور رسالہ وقت کے ساتھ ساتھ رنگین ہوتا گیا۔ تازہ صورت حال یہ ہے کہ اگست ۲۰۲۰ء میں ہمدرد نونہال کو مکمل رنگین کر دیا گیا[۳۸]۔

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والے خاکے:

آنکھ مچولی میں جن چیزوں کا بھرپور استعمال کیا گیا، وہ تصاویر ہیں۔ اس سے قبل بچوں کے جو رسائل شائع ہو رہے تھے، ان میں بھی بہت اچھے اسکیچز کا استعمال ہو رہا تھا۔ اس سلسلے کو آنکھ مچولی نے آگے بڑھایا اور بچوں

کے لیے ان کے سن کے حساب سے تصویریں شائع کرنا شروع کیں۔ بچوں کا کوئی بھی رسالہ بغیر تصویر کے مکمل نہیں کہلایا جا سکتا۔ بچوں کی نفسیات ہے کہ وہ تصویروں کو پسند کرتے ہیں، متحرک تصویریں اُنھیں یاد رہتی ہیں۔

آنکھ مچولی میں مومن رحیم[۳۹]، فرقان وہاب اور وارث وہاب[۴۰] کے اسکیچز رسالے کی زینت بنتے رہے۔ آنکھ مچولی کے سرورق سے لے کر اس کے آخری صفحے تک تصویر کا استعمال کثرت سے نظر آتا ہے۔

ابتدا میں آنکھ مچولی کے اندرونی صفحات کے خاکے ایک رنگ میں چھپتے رہے یا پھر اس میں ہرا اور لال رنگ شامل کر کے اسے خوش رنگ بنانے کی کوشش کی گئی[۴۱]۔ رسالے کا سرورق اور سرورق سے جڑے بقیہ تین صفحات رنگین اشتہارات سے سجے ہوتے تھے۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں باقاعدہ اندرونی صفحات پر رنگین خاکوں کا کام شروع کیا گیا۔ یہ خاکے کسی لطیفے یا مزاحیہ فقرے پر مشتمل ہوتے تھے[۴۲]۔ اس عرصے کے درمیان مزید رنگین صفحات بھی شائع کیے جاتے رہے، لیکن ان صفحات میں صرف اشتہارات ہی جگہ بنا پاتے تھے۔ جنوری ۱۹۸۹ء سے رنگین صفحات میں کہانیوں اور مضامین کو زیادہ جگہ ملنے لگی[۴۳]۔ ابتدا میں رنگین صفحات کے لیے الگ سے کاغذ کا استعمال کیا جاتا رہا کہ پرنٹنگ میں رنگین صفحہ کِھل کر آئے اور پھر آہستہ آہستہ عام صفحات میں بھی رنگین صفحات شامل کیے گئے۔ کہانیوں کے رنگین خاکے بننا شروع ہوئے اور بچوں میں آنکھ مچولی مقبول ہوتا گیا۔ آنکھ مچولی اور ہندوستان سے شائع ہونے والے کھلونا میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً خاکوں کے معیار کے حوالے سے جہاں ہمیں کھلونا میں خوب صورت، دل کش اور متحرک اسکیچز نظر آتے تھے، بالکل ایسے ہی جیتے جاگتی تصویروں پر مبنی آنکھ مچولی نے اپنے منفرد انداز کی وجہ سے بہت جلد مقبولیت حاصل کی، اس مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت بچوں اور بڑوں کے ادیبوں نے آنکھ مچولی میں لکھنا شروع کر دیا۔ آنکھ مچولی کے مختلف ادوار میں کس قسم کے خاکے شامل رہے ہیں، آیئے دیکھتے ہیں:

نومبر ۱۹۸۶ء میں احمد حاطب صدیقی کی کہانی میں 'گندی بچی نہیں بنوں گی' کا خاکہ[۴۴]

اگست ۱۹۹۰ء میں طاہر مسعود کی کہانی ٹوٹا ہوا پل کا خاکہ [۴۵]

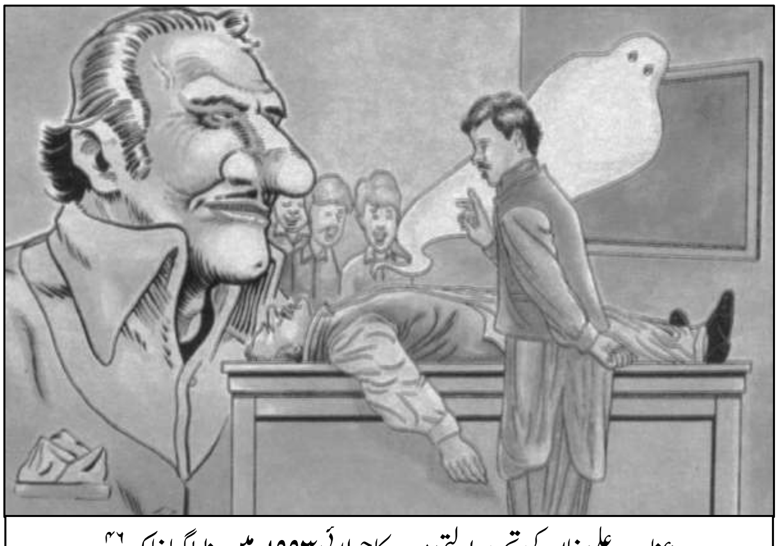

عنایت علی خان کی تحریر بولتی میت کا جولائی ۱۹۹۳ء میں بنایا گیا خاکہ [۴۶]

نذیر انبالوی کی کہانی "آزادی جندہ باد" کا مارچ ۱۹۹۷ء میں بنایا گیا اسکیچ[47]

ماہ نامہ ساتھی میں شائع ہونے والے خاکے:

بچوں کے رسائل میں تصاویر لازم وملزوم سمجھی جاتی ہیں، اس لیے ہمیں ساتھی کے ابتدائی شمارے تصاویر کے نہ ہونے کی وجہ سے پھیکے پھیکے سے لگتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء سے لے کر ۱۹۹۹۰ء تک شائع ہونے شماروں میں بغیر تصاویر کے تحریریں شائع ہوتی رہیں، حتیٰ کہ سرورق بھی یک رنگے اور بغیر تصاویر کے شائع کیے جاتے تھے۔ ابتدا میں رسالے کاتب لکھا کرتے تھے۔ کمپیوٹر آنے کے بعد پورا شمارہ ماسوائے کہانیوں کے سرخیوں کے، کمپوز کیا جانے لگا، اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، چوں کہ سرخیاں ہاتھ کی لکھی ہوئیں زیادہ جاذب محسوس ہوتی ہیں، اس لیے آج بھی کمپیوٹر سے سرخیاں بنانے کے علاوہ کاتب سے بھی سرخیاں لکھوائی جاتی ہیں۔ ان سرخیوں کو اسکین کرکے استعمال کیا جاتا ہے۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے سے ساتھی میں کہانیوں اور مضامین کے ساتھ تصویروں کا استعمال شروع ہوا۔[48] خاکوں کی اشاعت ہونے لگی تو مختلف مصوروں نے اس میں حصہ لیا۔ ہمارا جائزہ ۱۹۷۰ء سے ۲۰۰۰ء تک کے برسوں پر مشتمل ہے، اس لیے اس عرصے میں شائع ہونے والے خاکوں اور اس کے بنانے والوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ابتدا میں ہمیں خاکے بنانے والوں میں صباح الدین[49]، شانی اختر[50]، ابن آس[51]، مومن رحیم[52] اور شائستہ مومن[53]، شبیر خان[54] اور حیدر[55] وغیرہ کے نام نظر آتے ہیں۔

مومن رحیم آنکھ مچولی میں بھی اپنے خوب صورت اسکیچز کے حوالے سے مشہور تھے۔ جب کہ ابن آس ساتھی کے لیے کہانیاں بھی لکھا کرتے تھے۔ اُنھوں نے ساتھی کے لیے متعدد اسکیچز بنائے۔ بچوں کے اُردو رسائل کا ایک معاملہ یہ بھی رہا ہے کہ مصوروں کے ناموں کو کسی بھی رسالے نے زیادہ نمایاں نہیں کیا، چہ جائے کہ مصور نے تصویر کے ساتھ اپنے دستخط خود نہ کر دیے ہوں۔ دستخط میں بھی کوئی نام پڑھنے میں آجاتا ہے اور کچھ دستخط تو ایسے کیے گئے ہیں کہ سوائے مصنف کے شاید ہی کسی کو سمجھ آئے۔

آنکھ مچولی نے یہ کام اچھا کیا کہ اپنے اِجرا کے کچھ عرصے بعد ادارتی صفحے پر مدیران کے نام کے ساتھ مصور کا نام بھی باقاعدہ دیا[56] لیکن اس میں ایک مسئلہ یہ رہا کہ رسالے میں اگر کسی دوسرے مصور کی ایک آدھ تصویر شائع ہو گئی تو اس کا نام ادارتی صفحے پر ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کا آسان حل تو یہ ہے کہ ہر تصویر کے ساتھ مصور کا نام بھی نمایاں ہو۔ یہ روایت انگریزی ادب میں تو موجود ہے لیکن اُردو ادب میں عنقا ہے۔

ماہ نامہ ساتھی میں رنگین خاکے بھی شائع ہوتے رہے ہیں[57]۔ درمیان میں ایسا بھی ہوا کہ رسالے سے رنگین صفحات ختم کر دیے گئے جن کی وجہ سے رسالہ رنگین خاکوں سے مزین نہیں کیا جاسکا۔ یہ عبدالحامد کا دورِ ادارت تھا۔ جس میں قیمت کو مستحکم کرنے کے لیے رنگین صفحات ختم کیے گئے[58]۔ ساتھی کے مختلف ادوار میں کس قسم کے اسکیچز شائع ہوتے رہے ہیں۔ آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں:

''ابن آس'' کی تحریر کردہ جاسوسی کہانی تلاش کا نومبر ۱۹۹۱ء میں بنایا گیا ''شانی اختر'' کا خاکہ[59]

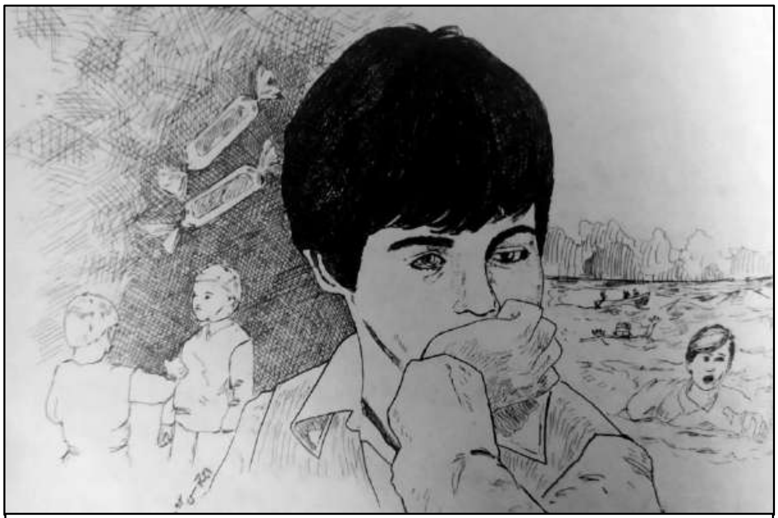

دسمبر ۱۹۹۲ء میں صندل طاہر کی تحریر 'کتنے معصوم ہیں یہ' پہ بنایا گیا ابن آس کا خاکہ [۶۰]

'تم کلیم ہو' (قلم آشنا) پہ بنایا گیا خاکہ، جو دسمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا [۶۱]

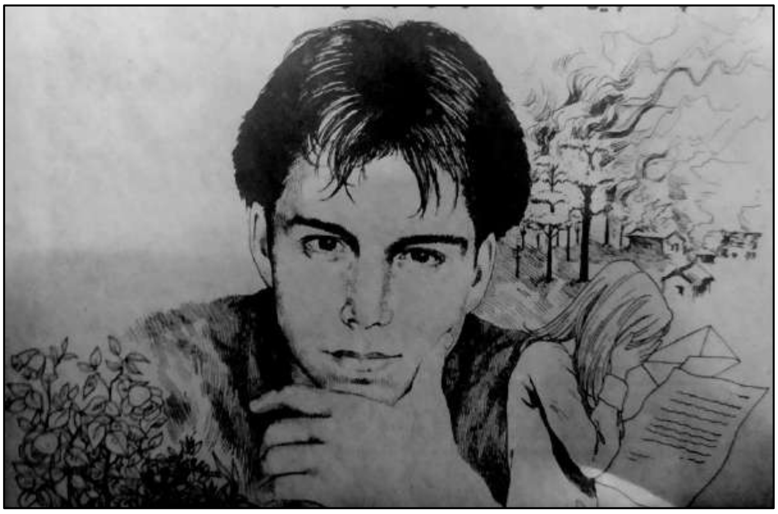

دسمبر ۱۹۹۷ء میں ''عتیقہ اظہر''کی تحریر پھولوں کی وادی کا اسکیچ[٦٢]

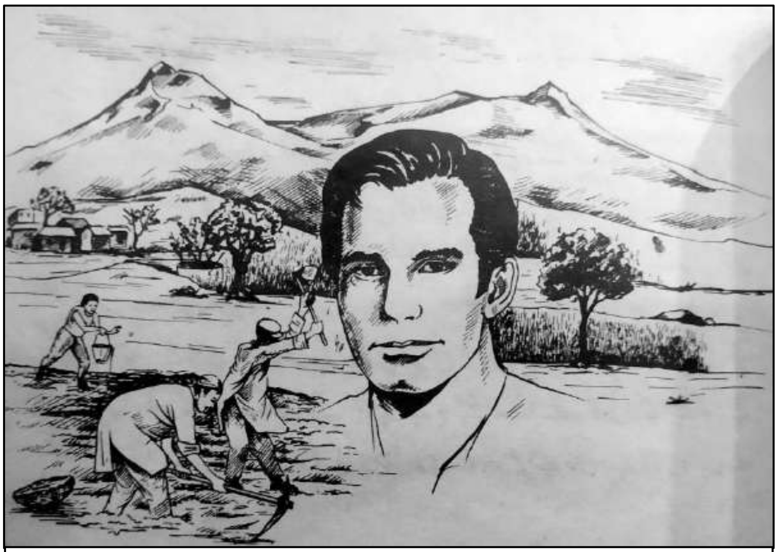

اظہر عباس کی کہانی 'نیا عزم' پر بنایا گیا احمد کمال کا خوب صورت خاکہ[٦٣]

ان اسکیچز میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی محسوس ہوتی ہے۔ خاکوں کی اچھی اشاعت کے لیے کاغذ کا معیار، مشین کا اچھا ہونا، پلیٹوں اور فلموں کی اچھی کوالٹی بہت اثر ڈالتی تھی۔ اس وقت ٹریسنگ سے فلمیں اور فلموں سے پلیٹیں بنا کرتی تھیں، جن کی وجہ سے طباعت پر اثر پڑتا تھا۔ یہ سلسلہ ساتھی میں ۲۰۰۶ء تک جاری رہا۔ نجیب احمد حنفی کے دور میں یہ سلسلہ شروع ہوا کہ ٹریسنگ کے بجائے فلمیں اور پھر پلیٹیں بننے لگیں تو اس میں ہمیں مزید بہتری

نظر آئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اب طباعت نے بھی بہت زیادہ ترقی کر لی ہے۔ اب فلمیں بنانے کا کام بھی ختم ہوا اور اب کمپیوٹر سے رسالہ تیار ہو کر پلیٹس بننے کے لیے چلا جاتا ہے، ان پلیٹوں پر رسالے کی چھپائی کا عمل ہوتا ہے"[۶۴]۔

کاغذ کا معیار اچھا ہو تو چھپائی کا بہت اچھا نتیجہ سامنے آتا ہے۔ ساتھی رسالہ اس وقت ۴۲ گرام کے نیوز پیپر پر پرنٹ ہوتا ہے، جب کہ رنگین صفحات کے لیے ۵۲ گرام کا نیوز پیپر استعمال کیا جاتا ہے۔ چوں کہ کاغذ کا معیار زیادہ اچھا نہیں ہے۔ اس لیے اس پر رنگین چھپائی کا وہ نتیجہ نہیں آتا، جو آنا چاہیے[۶۵]۔ اس کے مقابلے میں سرورق کی چھپائی زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ ۱۱۳ء گرام کا آرٹ پیپر ہے۔ ساتھی کو پرنٹنگ کے معیار میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔

ماہ نامہ تعلیم و تربیت میں شائع ہونے والے خاکے:

پاکستان میں اشاعت کے لحاظ سے تعلیم و تربیت بچوں کا سب سے قدیم رسالہ ہے۔ اس رسالے نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بچے کس چیز سے محظوظ ہوتے ہیں اور تصاویر ان کی دل چسپی کا کتنا محور بنتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں بہر حال تجربات سے سیکھ لی جاتی ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں نکلنے والے بچوں کے پہلے رسالے بچوں کا اخبار نے بچوں کے رسائل کے لیے ایک ایسی مثال پیش کی جس پر چل کر بچوں کا صحافتی ادب تیزی سے ترقی کے منازل طے کرنے لگا[۶۶]۔ بچوں کے صحافتی اَدب میں تصاویر کے استعمال کا رجحان موجود تھا۔ اس رجحان کا عکس ہمیں تعلیم و تربیت میں بھی ملتا ہے۔ تعلیم و تربیت اپریل ۱۹۸۸ء تک یک رنگا اور دو رنگا شائع ہوتا رہا۔ مئی ۱۹۸۸ء میں جہاں رسالے کا سائز تبدیل ہو کر بڑا ہوا ہے، وہیں اس میں رنگین صفحات کا اضافہ ہوا۔ رسالے نے بیک وقت ترقی کی منازل طے کیں۔ یاد رہے یہ وہی وقت ہے جب کراچی سے آنکھ مچولی پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہونا شروع ہوا تھا[۶۷]۔

یہ غالباً اسی کا اثر تھا کہ بچوں کے بیش تر رسائل میں ہمیں معیار کے اعتبار سے فرق نظر آتا ہے۔

تصاویر کے معاملے میں تعلیم و تربیت میں بھی ہمیں وہی مسئلہ نظر آتا ہے جو بچوں کے دیگر رسائل میں موجود تھا اور وہ ہے خاکہ نگاروں کے نام کا مسئلہ۔ تعلیم و تربیت کے تمام زیر مطالعہ رہنے والے رسائل کے جائزے میں کسی جگہ خاکہ نگار کا نام موجود نہیں تھا۔

سرورق کس نے بنایا؟ کہانیوں اور مضامین کے خوب صورت خاکے کس کے شاہ کار ہیں؟

اس حوالے سے کوئی تفصیلات درج نہیں ہے، البتہ اپریل ۱۹۷۷ء کے شمارے میں ''محمد اعظم شاد'' کا مضمون تعلیم و تربیت کس طرح چھپتا ہے میں تین آرٹسٹوں کے ناموں کا ذکر ہے جو رسالے میں اسکیچز بناتے تھے۔ رسالے کے ہیڈ آرٹسٹ کے طور پر ''عبدالرشید بٹ'' کا نام نظر آتا ہے۔ وہیں ''جاوید رضوی'' اور ''جمشید باری'' کو

بھی رسالے کے تزئین کار کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے[۶۸]۔ جب کہ اپریل ۱۹۸۹ء[۶۹] میں آرٹ ڈائریکٹر کے طور پر ''محمود حسن رومی'' براجمان ہیں۔ آگے چل کر السٹریشنز ڈیزائننگ میں ''سید شوکت اعجاز'' کا نام ملتا ہے[۷۰]۔

جب رسالہ یک رنگا شائع ہوا کرتا تھا تو اس کے خاکوں میں زیادہ تفصیلات موجود نہیں ہوتی تھیں۔ وہ باریک کام جو مصور اپنی مصوری میں انجام دیتا ہے، پنسل کی لائنوں سے مرکزی منظر سمیت پس منظر کو یوں پیش کرتا ہے کہ جیسے تصویر بول اُٹھی ہو، یہ باریک کام ہمیں آنکھ مچولی[۷۱] یا پھر ماہ نامہ ساتھی کے ۱۹۹۷ء کے بعد کے خاکوں میں نظر آتا ہے[۷۲]۔ مئی ۱۹۸۸ء میں رسالہ رنگین ہونے کے بعد ہمیں خاکوں میں بہتری نظر آتی ہے۔ خاکے دل کش اور متحرک نظر آتے ہیں۔ رنگوں کا استعمال ایسا کیا جاتا تھا کہ بچے اس سے یقیناً خوب لطف اندوز ہوا کرتے ہوں گے۔

کارٹون کہانی اور شرارتی لکیریں کے نام سے ایک سلسلہ ایسا نظر آتا ہے جس میں مصور کا باقاعدہ نام موجود ہے۔ ''شاہد ریاض شاہد'' شرارتی لکیریں کے نام سے متفرق مزاحیہ خاکے بنا کر بچوں کو محظوظ کرتے نظر آتے ہیں[۷۳]۔ جب کہ کارٹون کہانی میں کسی مزاحیہ کہانی کا باتصویر احوال بیان کیا جارہا ہوتا تھا[۷۴]۔ ذیل میں ہم تعلیم و تربیت میں ۱۹۷۰ء سے ۲۰۰۰ء تک شائع ہونے والے منتخب خاکوں کا جائزہ لیں گے کہ اس دورانیے میں کیا کیا تبدیلیاں آئی ہیں۔

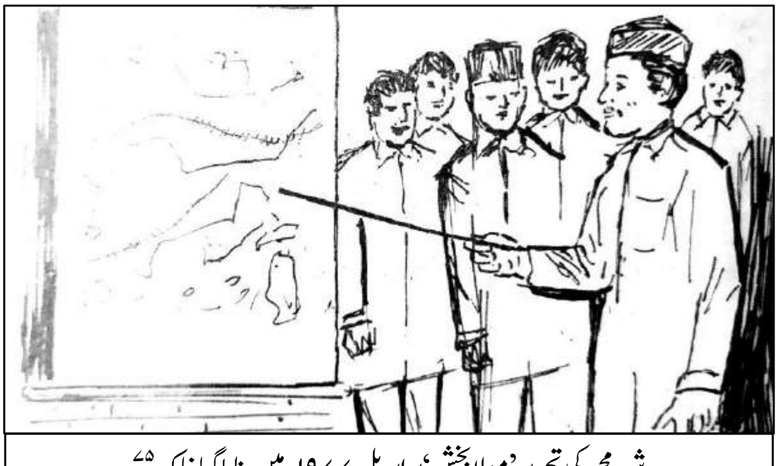

شیر محمد کی تحریر 'مولا بخش' پر اپریل ۱۹۷۷ء میں بنایا گیا خاکہ[۷۵]

دسمبر ۱۹۸۱ء میں ''آفتاب امین چشتی'' کی کہانی مرغی کا انڈا کی کہانی پر بنایا گیا اسکیچ[۷۶]

اظہر عباس کی کہانی 'نیا عزم' پر بنایا گیا احمد کمال کا خوب صورت خاکہ[۷۷]

مئی ۱۹۸۸ء میں سائز کی تبدیلی کے بعد 'سند باد جہازی' اور 'سمندر کا بھتنا' کا خوب صورت خاکہ [۴۸]

ان تصاویر میں برسوں کا فرق ہے۔ یہ فرق ہمیں خاکوں میں بھی نظر آتا ہے۔ اپریل ۱۹۷۷ء کا خاکہ ہلکا ہے۔ اس میں مصور نے زیادہ باریکی کے ساتھ تصویر کے خدوخال بیان نہیں کیے ہیں۔ اسی طرح دسمبر ۱۹۸۱ء میں بنائے گئے خاکے میں بھی ہمیں زیادہ فرق نظر نہیں آتا لیکن مئی ۱۹۸۸ء میں رسالے کے اندر ہونے والی انقلابی تبدیلیوں میں سب سے زیادہ فرق خاکوں پر پڑا ہے۔ یہ خاکے زیادہ خوب صورت، جاذب نظر اور دل کش نظر آتے ہیں۔ تعلیم و تربیت نے اپنے خوب صورت خاکوں کے ذریعے رسالے کو بچوں کا پسندیدہ رسالہ بنائے رکھا۔ ان تصویروں سے کئی نسلیں محظوظ ہوئیں۔ فیروز سنز نے بعد میں ان اسکیچز کا استعمال کتابوں میں بھی کیا۔ جس سے فیروز سنز کی کتابیں رنگین اور جاذب نظر ہو گئیں اور بچوں کے ادب میں نئی روایت بھی قائم کی۔

حالیہ برسوں میں مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) نے کئی ایسے کام سرانجام دیے جو کئی لحاظ سے مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ اس ٹیکنالوجی کے یقیناً نقصانات و مضمرات موجود ہیں لیکن اس کے فوائد کو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے کسی قسم کا اسکرپٹ لکھنا یا پھر کسی بھی قسم کی تصویر بنانا اب نہایت آسان ہو چکا ہے۔

اے آئی کی مدد سے تیار کردہ پہلا پورٹریٹ ۲۰۱۸ء میں ۴۳۲۵۰۰ ڈالر میں فروخت ہوا[۴۹]۔ بعد ازاں اس سلسلے میں مختلف کمپنیز نے متعدد ایسے پلیٹ فارمز کا اجرا کیا جہاں آپ اپنی مرضی کی کسی بھی قسم کی تصویر اپنے اسکرپٹ کے مطابق بنا سکتے ہیں۔

اس ٹیکنالوجی کا استعمال اب بچوں کے ادب میں بھی ہونے لگا ہے۔ماہ نامہ ساتھی[۸۰]،بچوں کا اسلام[۸۱] اس ٹیکنالوجی کی مدد سے تصاویر بنارہے ہیں۔گویا اب مصور (Artist) کی ضرورت ختم ہوتی جارہی ہے۔مقامی مصور کی عدم دستیابی کے باعث اس ٹیکنالوجی سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔زیادہ جاذب نظر اور خوب صورت تصاویر کا استعمال کرکے رسالے کو مزید اچھا اور بہتر بنانے کی یہ کوشش کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان نے حال ہی میں بچوں کے لیے شائع کردہ تین کتابوں میں اے آئی کی مدد سے جنریٹ کرکے اپنی کتابوں کی دل کشی میں اضافہ کیا ہے۔ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر کی صرف ایک فرمان[۸۲]، اندھیروں کو شکست[۸۳]،اور ڈاکٹر عفت گل اعزاز کی جینے کی اُمنگ[۸۴] میں اس ٹیکنالوجی سے بنائے گئے اسکیچز شامل کیے گئے ہیں۔

بلاشبہ اب مصور کا براہِ راست کردار ختم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔تصویر کا یہ انقلابی سفر اب کہاں جاکر تھمے گا،اس حوالے سے صرف قیاس آرائیاں کی جاسکتی ہیں۔بات اب انسانی سوچ اور تخیل سے آگے جاچکی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ہاکنی،ڈیوڈ،مارٹن گیفورڈ(David Hockney)،(Martin Gayford)،*A History of Pictures*(نیو یارک، تھامس اینڈ ہڈسن لمیٹڈ،۲۰۱۶)،۲

۲۔ ٹوئی،مین(Michael Twymen)، *Using Pictorial Language: A Discussion of the Dimensions of the Problem*،(پنسلوانیا، کمیونی کیشن ڈیزائن سینٹر کارنیگی میلن یونیورسٹی،۱۹۸۵)،۵

۳۔ مغل، سلیم، کہانی میں منفرد آئیڈیاز کی اہمیت،ورکشاپ برائے قلم کاران،(بہ مقام:اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی،۱۹ جنوری ۲۰۱۶ء)

۴۔ منشی محبوب عالم،بچوں کا اخبار(لاہور: خادم التعلیم پنجاب،جون ۱۹۰۲ء،)ص ۲

۵۔ ______،بچوں کا اخبار،(لاہور: خادم التعلیم پنجاب،اگست ۱۹۰۲ء)ص ۳۰

۶۔ محمد الدین فوق،اخبار نویسوں کے حالات،مرتب:ڈاکٹر طاہر مسعود(کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان،۲۰۱۸ء)ص ۵۸

۷۔ منشی محبوب عالم،بچوں کا اخبار(لاہور: خادم التعلیم پنجاب،جولائی ۱۹۰۲ء)ص ۱۵

۸۔ دیکھیے:https://en.wikipedia.org/wiki/The_Boy%27s_Own_Paper

۹۔ ttps://en.wikipedia.org/wiki/The_Boy%27s_Own_Paper#/media/File:BoysOwnPaperIssue1Jan1879.jpg

۱۰۔ منشی محبوب عالم،بچوں کا اخبار(لاہور: خادم التعلیم پنجاب، جنوری تا جولائی ۱۹۰۲ء)ص ۲۔۴۰

۱۱۔ غلام عباس،پھول(کراچی: فضلی سنز،اگست ۲۰۱۸ء)ص ۱۲

۱۲۔ ہفت روزہ،’پھول‘،ہفتہ ۱۱،اپریل ۱۹۴۲ء،آپ بھی ہنسیے(لاہور: دارالاشاعت پنجاب)ص ۱۴۴

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ماہ نامہ، کھلونا(نئی دہلی:انڈین پرنٹنگ ورکس،جون ۱۹۶۴ء)ص ۲

۱۵۔ ماہ نامہ،آنکھ مچولی،(کراچی: گرین گائیڈ اکیڈمی،جولائی ۱۹۸۶ء)ص ۴۰

۱۶۔ ماہ نامہ،بھائی جان،مدیر: شفیع عقیل(کراچی:ادارہ جنگ،جون ۱۹۵۱ء)ص ۱

۱۷۔ ماہ نامہ، بھائی جان، مشمولہ: 'پٹائی نمبر'، (کراچی: ادارہ جنگ، مئی ۱۹۶۳ء) ص ۱۰۶

۱۸۔ ہفت وار، غنچہ (بجنور: یوپی، انڈیا، یکم دسمبر ۱۹۴۲ء) ص ۲

۱۹۔ اظہار احمد تھانوی، بچوں کے لیے اُردو کا آسان قاعدہ (یوپی: مکتبہ جامعہ اشرفیہ مالک ارشد تھانوی دیوبند) ص ۲

۲۰۔ حفیظ ابوالاثر جالندھری، حفیظ کے گیت اور نظمیں (لاہور: اتحاد پریس بُل روڈ، ۱۹۴۱ء) ص ۱۔۷۸

۲۱۔ ماہ نامہ، آنکھ مچولی (کراچی: گرین گائیڈ اکیڈمی، مارچ ۱۹۹۶ء) ص ۴۰

۲۲۔ منشی محبوب عالم، بچوں کا اخبار (لاہور: خادم التعلیم پنجاب، جون تا دسمبر ۱۹۰۲ء)

۲۳۔ اس حوالے سے یہ یاد رہے کہ یہ تجزیہ ۲۰۰۰ء تک کے رسائل کے جائزے پر مشتمل ہے۔ جب کہ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ آج کل بچوں کے رسائل اور کتابیں رنگین اور تصاویر سے مزین ہو کر سامنے آ رہی ہیں۔ بچوں کے بڑے رسائل میں تصویروں کا باقاعدہ اہتمام ہونے لگا ہے۔ مثلاً، جگمگ تارے، بچوں کا آشیانہ، نونہال، تعلیم و تربیت، بچوں کا اسلام، الف نگر رسائل دیکھیے۔

۲۴۔ ہمدرد، نونہال، کراچی، اکتوبر ۱۹۹۸ء، کراچی، ص ۳

۲۵۔ ______، جون ۱۹۷۳ء، ص ۶۴

۲۶۔ ______، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۲۴

۲۷۔ ______، دسمبر ۱۹۶۴ء، ص ۱۷

۲۸۔ ______، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۱۹

۲۹۔ ______، فروری ۱۹۹۵ء، ص ۱۹

۳۰۔ ______، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۵۵

۳۱۔ ______، نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۱

۳۲۔ ______، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۶۳

۳۳۔ ______، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۴۴

۳۴۔ ______، فروری ۱۹۹۵ء، ص ۱۹

۳۵۔ ______، اپریل ۱۹۹۰ء، ص ۱۹

۳۶۔ ______، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۶۳

۳۷۔ ______، اگست ۱۹۶۴ء، ص ۲

۳۸۔ ______، اگست ۲۰۲۰ء، کراچی

۳۹۔ ماہ نامہ، آنکھ مچولی، لاہور، جون ۱۹۹۵ء، ص، ۱

۴۰۔ ______، ستمبر ۱۹۹۴ء، ص: ۳۸

۴۱۔ ______، اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص ۱۶

۴۲۔ ______، ستمبر ۱۹۸۶ء، ص ۷۰

۴۳۔ ______، جنوری ۱۹۸۹ء

۴۴۔ ______، نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۸۰

۴۵۔ ______، اگست ۱۹۹۰ء، ص ۴۰

۴۶۔ ______، جولائی ۱۹۹۳ء، ص ۵۶

۴۷۔ ______، مارچ ۱۹۹۷ء، ص ۲۰

۴۸۔ ماہ نامہ، ساتھی، کراچی، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۵۰

۴۹۔ ______، مئی ۱۹۹۱ء، ص ۳۱

۵۰۔ ________، جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۴۵
۵۱۔ ________، اپریل ۱۹۹۲ء، ص ۲۹
۵۲۔ ________، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۸
۵۳۔ ________، اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۹
۵۴۔ ________، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۷
۵۵۔ ________، جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۶۷
۵۶۔ ماہ نامہ، آنکھ مچولی، لاہور، جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۱
۵۷۔ ماہ نامہ، ساتھی، کراچی، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۳۶
۵۸۔ ________، فروری ۱۹۹۸ء
۵۹۔ ________، نومبر ۱۹۹۱ء، ص ۴۹
۶۰۔ ________، دسمبر ۱۹۹۲ء، ص ۷۹
۶۱۔ ________، دسمبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۸
۶۲۔ ________، دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۱
۶۳۔ ________، دسمبر ۱۹۹۹ء، ص ۵۱
۶۴۔ فصیح اللہ حسینی، ۲۰، اکتوبر ۲۰۲۱ء، ساتھی کی تاریخ (غیر مطبوعہ انٹرویو، مملوکہ: اعظم طارق کوہستانی) ص ۶
۶۵۔ ایضاً
۶۶۔ منشی محبوب عالم، بچوں کا اخبار (لاہور: خادم التعلیم پنجاب، جون ۱۹۰۲ء)
۶۷۔ ماہ نامہ، آنکھ مچولی، جولائی ۱۹۸۶ء
۶۸۔ محمد اعظم شاد، تعلیم و تربیت کس طرح چھپتا ہے (مشمولہ: ماہ نامہ، 'تعلیم و تربیت'، اپریل ۱۹۷۷ء) ص ۱۱۵
۶۹۔ ماہ نامہ، تعلیم و تربیت، اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۱
۷۰۔ ________، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۱
۷۱۔ ماہ نامہ، آنکھ مچولی، لاہور، فروری ۱۹۹۰ء
۷۲۔ ماہ نامہ، ساتھی، کراچی، فروری ۲۰۰۰ء
۷۳۔ ریاض شاہد، شرارتی لکیریں (مشمولہ: لاہور: 'ماہ نامہ تعلیم و تربیت'، اگست ۲۰۰۰) ص ۳۷
۷۴۔ ________، کارٹون کہانی (مشمولہ: ماہ نامہ 'تعلیم و تربیت'، لاہور،) ص ۶۲
۷۵۔ ماہ نامہ، تعلیم و تربیت، لاہور، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۵۷
۷۶۔ ________، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۳۱
۷۷۔ ________، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۵
۷۸۔ ________، مئی ۱۹۸۸ء، ص ۴۲
۷۹۔ دیکھیے: https://www.express.pk/story/2485124/268/
۸۰۔ ماہ نامہ، ساتھی، کراچی، ستمبر ۲۰۲۳ء، ص ۱
۸۱۔ ہفت روزہ، بچوں کا اسلام (۲۰ اگست ۲۰۲۳ء، شمارہ نمبر ۱۰۹۶) ص ۱
۸۲۔ ڈاکٹر افتخار احمد کھوکھر، صرف ایک فرمان (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان، ۲۰۲۳ء) ص ۷
۸۳۔ ایضاً، اندھیروں کو شکست، ص ۵
۸۴۔ ڈاکٹر عفت گل اعزاز، جینے کی اُمنگ (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان، ۲۰۲۳ء) ص ۸

Abstract

Children's literature could be helpful in nurturing their minds.Diversified Genres in it support the idea of epistemological learning with entertainment.In this context,we may put sketches , caricatures and cartoons that have been publishing since the very inception of children's literary magazines .This article traces out the history of pictorial learning in children's literary magazines.Significance of this sort of nurturing has discussed in detail in the beginning while children's literary corner on newspapers,bi-monthly and other children's books have also been critically examined.This topic is of grave importance as children's literature in all languages of world have been flourishing through ages.

Keywords: Children's literature , caricatures, Cartons ,Pictorial learning,visual aids ,Urdu and English story books